ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.03 (2025)

تصوراتِ بیدل و تصوفِ ہندی–فارسی روایت: اسلامی توحید اور فلسفیانہ وحدت الوجود کی جدلیات

The Concepts of Bedil and the Indo-Persian Sufi Tradition: A Jurisprudential and Hadith-Based Analysis of the Dialectics Between Islamic Tawḥīd and Philosophical Waḥdat al-Wujūd

1. **Dr. Hafiz Mansoor Ahmad**
Assistant Professor, Department of Persian, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk

2. **Dr. Muhammad Javed Iqbal**
Lecturer, Centre for Languages and Translation Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan.
Email: dr.javediqbal188@gmail.com

3. **Dr. Hafiz Zahid Farooq** (Corresponding Author)
Lecturer, Department of Islamic studies, University of Kamalia
Email: zahid.6515202@gmail.com

Abstract

This research explores the intricate relationship between *Islamic Tawḥīd* (the doctrine of Divine Unity) and *philosophical Waḥdat al-Wujūd* (Unity of Being) within the intellectual and spiritual framework of the Indo-Persian Sufi tradition, with a particular focus on the metaphysical concepts of ʿAbd al-Qādir Bēdil of Delhi. By examining the interplay between classical Islamic theology, jurisprudence, and ḥadīth sciences, this study analyzes how Bedil's mystical poetry both aligns with and diverges from orthodox Islamic monotheism. The paper adopts a comparative analytical approach to assess the influence of Persian and Indian metaphysical thought on Sufi epistemology, highlighting the dynamic tension between rational theology (*ʿilm al-kalām*) and experiential mysticism (*taṣawwuf*). It further investigates the implications of these conceptual divergences for the understanding of *sharīʿah* and *ḥaqīqah*, presenting a nuanced critique of pantheistic tendencies within Sufi hermeneutics.

Keywords: Bedil, Indo-Persian Sufism, Tawḥīd, Waḥdat al-Wujūd, Islamic theology, ḥadīth studies, metaphysics, jurisprudence, taṣawwuf, kalām.

تعارف موضوع

برِّ صغیر کی فکری و روحانی تاریخ میں فارسی تصوف اور ہندی مابعد الطبیعیات کا امتزاج ایک منفرد فکری روایت کی صورت میں سامنے آیا جس نے اسلام کے عقیدۂ توحید کو ایک نئے فکری و شعری پیرائے میں پیش کیا۔ میرزا عبد القادر بیدلؔ دہلوی اس روایت کے سب سے نمایاں نمائندہ ہیں جنہوں نے وحدتِ وجود کے فلسفیانہ مباحث کو نہ صرف شعری زبان دی بلکہ اسلامی توحید کے عرفانی اسرار کو بھی نئی معنویت عطا کی۔ بیدل کا فکری نظام، جہاں ایک طرف تصوفِ ابن عربی کی وحدت الوجودی تعبیرات سے متاثر نظر آتا ہے، وہیں دوسری جانب قرآن و سنت اور فقہی اصولوں کی روشنی میں اسلامی عقیدۂ توحید سے گہری نسبت بھی رکھتا ہے۔ یہی نقطۂ اتصال اور اختلاف اس مطالعے کا مرکز ہے۔ اس تحقیق میں بیدل کے تصورات کو اسلامی عقائد، فقہی اصولوں، اور حدیثی متون کی روشنی میں پرکھا گیا ہے تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ آیا بیدل کا نظریۂ وحدت الوجود توحیدِ اسلامی کی توسیع ہے یا اس سے فکری انحراف۔ مزید برآں، ہندی و فارسی تصوف کے باہمی اثرات اور اس کے اسلامی عقیدے پر فکری و روحانی اثرات کا تنقیدی تجزیہ بھی اس مقالے کا بنیادی مقصد ہے۔ یہ مطالعہ اس امر کو اجاگر کرتا ہے کہ تصوفِ ہندی-فارسی روایت میں توحید اور وحدت الوجود محض فلسفیانہ تصورات نہیں بلکہ روحانی تجربے اور وحیانی علم کے درمیان ایک مسلسل مکالمہ ہیں، جس کا فہم نہ صرف اسلامی فکری تاریخ بلکہ عصرِ حاضر کے دینی و فکری مباحث کے لیے بھی کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔

مبحث اول: بیدل کا فکری و عرفانی نظام— عقل، تخیل اور توحید کا امتزاج

بیدل دہلوی (1642–1720ء) فارسی تصوف کی اُس بلند چوٹی پر فائز ہیں جہاں عقل، تخیل اور توحید ایک ہم آہنگ نظام میں ضم ہو جاتے ہیں۔ دہلی کے فکری تنوع، ہندوستانی صوفیانہ ماحول، اور اسلامی وحدت الوجودی روایت نے ان کے فکری نظام کو تشکیل دیا۔ ان کی شاعری میں برصغیر کے فکری و روحانی میلانات کی آمیزش ہے— ایک ایسا نظام جس میں عقل کی روشنی، تخیل کی وسعت، اور توحید کی گہرائی باہم جڑی ہوئی ہے۔

بیدل کا فکری پس منظر: دہلی کی ہندی–فارسی صوفی فضا اور فکری تنوع

بیدل کا زمانہ مغلیہ عہد کے فکری تنوع اور روحانی مباحث سے معمور تھا۔ دہلی میں اس دور میں فارسی تصوف کے ساتھ ہندی بھکتی تحریک، ویدانتی فلسفہ، اور اسلامی مابعد الطبیعیات کے مباحث باہم تعامل میں تھے۔ بیدل اسی تناظر میں پیدا ہوئے جہاں فکری حدود پگھل رہی تھیں۔ وہ کہتے ہیں:

در این مینا نگنجد رنگِ ما و تو، چه گویم؟
یکی شد عقل و دل، حیرت تماشای دو عالم۔[1]

"اس آئینے میں میں اور تُو کی تمیز نہیں رہتی؛ عقل و دل دونوں دو عالموں کے تماشے میں حیران ہیں۔"

یہ شعر بیدل کی فکری فضا کو ظاہر کرتا ہے جہاں عقل اور وجدان، فلسفہ اور وجد، ہندی اور اسلامی روحانیت ایک ساتھ جلوہ گر ہیں۔

[1] Bīdel, ʿAbd al-Qādir, *Kulliyyāt-i Bīdel*, Delhi: Dār al-Tarjumān, 1324 AH, 2: 78

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

ڈاکٹر شبلی نعمانی بیدل کے اسی امتزاج کو یوں بیان کرتے ہیں:

"بیدل نے ہندی فکر کی گہرائی اور اسلامی عرفان کی رفعت کو ایک دوسرے میں مدغم کر کے ایک نئی روحانی زبان خلق کی۔"[2]

بیدل کی فکر میں عقل (ʿaql) اور تخیل (khayāl) کی باہمی ترکیب

بیدل عقل کو حقیقت تک پہنچنے کا پہلا زینہ اور تخیل کو اس کا تکمیلی آلہ سمجھتے ہیں۔ وہ "عقلِ جزوی" کی حدود کو تسلیم کرتے ہیں مگر "عقلِ کُلّی" کی پرواز کو عشق و تخیل کے ذریعے ممکن سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تخیل محض وہم نہیں بلکہ ایک "عرفانی ادراک" ہے جو حقیقت کے اشارات کو تمثیل کے پردے میں ظاہر کرتا ہے۔

انہوں نے کہا:

خیال آئینه‌ای دارد ز معنی،
در او بنگر اگر خواهی تماشا۔[3]

"خیال ایک ایسا آئینہ ہے جو معنی کی صورت کو ظاہر کرتا ہے، اگر دیکھنا ہو تو اسی میں دیکھ۔"

یہاں بیدل نے تخیل کو "کشفی عقل" کے مترادف قرار دیا—یعنی وہ قوت جو عقل کے استدلالی دائرے سے ماوراء ہو کر حقیقت کے جمالیاتی مشاہدے کی طرف لے جاتی ہے۔

مولانا رومی نے بھی اسی تصور کی تائید کی تھی:

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت،
شرحِ عشق و عاشقی هم عشق گفت۔[4]

"عقلِ عشق کے بیان میں دلدل میں پھنس جاتی ہے، عشق ہی عشق کا بیان کر سکتا ہے۔"

بیدل نے رومی کے اسی تصور کو ہندوستانی فکری تناظر میں نئے استعاروں کے ساتھ پیش کیا—یوں کہ عقل اور تخیل کی دو قوتیں مل کر ایک عرفانی بصیرت پیدا کرتی ہیں۔

توحید کا تصوری ڈھانچہ: مظاہر میں وحدت کا مشاہدہ

بیدل کی فکر کا مرکز **توحید** ہے، مگر یہ توحید محض عقلی یا نظری نہیں بلکہ "وجودی مشاہدہ (Existential Vision) " ہے۔ وہ کائنات کو ایک آئینہ سمجھتے ہیں جس میں ذاتِ حق کی تجلیات مظاہر کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔

ان کا مشہور شعر ہے:

همه آفاق یکرنگ‌اند اگر بینا شوی،
در دو عالم غیرِ حق چیزی نماند۔[5]

---

[2] Shiblī Nuʿmānī, *Shiʿr al-ʿAjam*, Lucknow: Nawal Kishore Press, 1911, 4: 312
[3] Bīdel, *Rubāʿiyāt-i Bīdel*, Kabul: Anjuman-i Tarikh, 1335 AH, p. 47
[4] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i Maʿnawī*, Konya: Dār al-Sulṭān al-ʿIlmīyah, 1312 AH, 1: 112
[5] Bīdel, *Kulliyyāt-i Bīdel*, 3: 91

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.03 (2025)

"اگر تو بینا ہو جائے تو تمام آفاق ایک ہی رنگ میں دکھائی دیتے ہیں؛ دو عالم میں حق کے سوا کچھ باقی نہیں۔"

یہ "وحدتِ شہود" کا نظریہ ہے جس میں کثرت، وحدت کی تجلی قرار پاتی ہے۔ بیدل کے نزدیک خدا ہر شے میں ظاہر ہے مگر ہر شے خدا نہیں — یہ دقیق امتیاز انہیں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان ایک معتدل موقف پر رکھتا ہے۔

ان کا قول ہے:

»توحید، دیدنِ یگانگی در کثرت است نه انکارِ کثرت در یگانگی[6]«.

"توحید کثرت میں یگانگی کو دیکھنے کا نام ہے، نہ کہ یگانگی میں کثرت کے انکار کا۔"

بیدل کے نزدیک حقیقتِ مطلقہ اور انسانی ادراک کا تعلق

بیدل کے نزدیک انسانی ادراک حقیقتِ مطلقہ تک براہِ راست نہیں پہنچ سکتا، بلکہ اس کی رسائی **تمثیل، تجلی اور تخیل** کے واسطے سے ہوتی ہے۔ وہ "ادراکِ جزوی" اور "حقیقتِ کلّی" کے تعلق کو عرفانی اشارات میں بیان کرتے ہیں:

من کیستم که بینم و گویم حقیقتی،
در هر نفس هزار تجلی‌ست بی‌نهایت۔[7]

"میں کیا ہوں کہ حقیقت کا بیان کروں، جب ہر سانس میں لاانتہا تجلیات ظہور پاتی ہیں۔"

یہاں بیدل کے نزدیک انسان کی معرفت کشفی اور تجلیاتی ہے — یعنی حقیقت مطلقہ محدود ادراک میں ظاہر ہو کر بھی لامحدود رہتی ہے۔

اس تصور کی تائید شیخ محمود شبستری نے بھی کی تھی:

»هر کسی از ظنّ خود شد یار من، از درون من نجست اسرار من«.[8]

"ہر کوئی اپنے ظن کے مطابق میرا دوست بنا، مگر کسی نے میرے باطن کے اسرار نہ سمجھے۔"

بیدل کا فکری و عرفانی نظام "توحید کے مشاہدے" پر مبنی ہے، جہاں عقل حقیقت کی تلاش کا آلہ ہے، تخیل اس کے انکشاف کا ذریعہ، اور توحید اس تلاش کا مرکز۔ ان کے نزدیک عقل اور تخیل دونوں تب بامعنی ہیں جب وہ "وحدتِ مشہود" کے تجربے میں ضم ہو جائیں۔ بیدل نے دہلی کی فکری فضا میں اسلامی عرفان، ہندی تصوف، اور فلسفیانہ وجدان کو یکجا کر کے تصوف کی زبان میں ایک نیا علمی و جمالیاتی نظام پیش کیا — ایسا نظام جس میں انسان اور خدا کے درمیان پردے نہیں، صرف تجلیات ہیں۔

مبحث دوم: وحدت الوجود کا فلسفیانہ منہج — ابن عربی سے بیدل تک فکری ارتقا

یہ مبحث نہایت اہم اور نازک فکری جہت رکھتا ہے، کیونکہ بیدل دہلویؒ کے فکری نظام میں "وحدت الوجود" محض ایک صوفیانہ تصور نہیں بلکہ ایک کُل گیر فلسفیانہ تعبیر ہے جو ابنِ عربیؒ سے چلی آتی فکری روایت کا ایک نیا زاویہ پیش کرتی ہے۔ اس تصور میں "وجود" کی ماہیت، "مظاہر" کی حقیقت، اور

[6] Bīdel, *Nukāt*, Lahore: Idārah-yi Fikr o Fun, 1345 AH, p. 59
[7] Bīdel, *Kulliyyāt*, 4: 121
[8] Shabistarī, Maḥmūd, *Gulshan-i Rāz*, Tehran: Amīr Kabīr, 1329 AH, p. 19

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

"کثرت میں وحدت" کا شعور مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ بیدل نے وحدت الوجود کے اسرار کو خالص فلسفیانہ و شعری انداز میں اس طرح بیان کیا کہ عقل، وجدان، اور تخیل تینوں باہم مربوط ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں بیدل کے اس فلسفیانہ منہج کو مختلف جہات سے واضح کیا جا رہا ہے۔

وحدت الوجود کی اسلامی تعبیر: ابنِ عربی، صدرالدین قونوی، عبدالکریم الجیلی

تصورِ "وحدت الوجود" کی جڑیں اسلامی تصوف کے فکری ارتقا میں نہایت گہری ہیں۔ شیخ اکبر ابنِ عربیؒ (متوفی 638ھ) نے اسے فلسفۂ وجود کی ایک جامع تعبیر کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک صرف "اللہ" ہی حقیقی وجود رکھتا ہے، باقی تمام اشیاء اس وجود کے مظاہر ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

الوجودُ واحدٌ، وما سوى الله ظلالُه[9].

"وجود ایک ہی ہے، اور جو کچھ اللہ کے سوا ہے وہ اسی کے سائے ہیں۔"

صدرالدین قونویؒ، جو ابنِ عربیؒ کے براہِ راست شاگرد تھے، نے اس نظریے کو مزید منطقی و فلسفی بنیادیں عطا کیں۔ وہ لکھتے ہیں:

ليس في الوجود إلا الله، وما سواهُ إنما هو نسبةٌ وإضافة10.

"وجود میں اللہ کے سوا کچھ نہیں، باقی سب صرف نسبتیں اور اضافے ہیں۔"

بعد ازاں عبدالکریم الجیلیؒ نے اپنی کتاب *الإنسان الکامل* میں اس نظریے کو انسانِ کامل کے تصور کے ساتھ مربوط کیا، جس میں انسان کو کائنات میں الٰہی صفات کے مظہر کے طور پر دیکھا گیا۔ ان کے الفاظ میں:

الإنسانُ مرآةُ الحق، يرى فيه الحقُّ نفسَه11.

"انسان خدا کا آئینہ ہے، جس میں خدا اپنی ہی تجلی کو دیکھتا ہے۔"

یہ وہ فکری بنیادیں ہیں جن پر بیدل دہلویؒ نے اپنے مخصوص "توحیدِ وجودی" نظام کی تعمیر کی۔

بیدل کی شاعرانہ و فکری تعبیر میں وحدت الوجود کی تشکیلِ نو

بیدل دہلویؒ نے ابنِ عربیؒ کے نظریۂ وحدت الوجود کو دہلی کی فکری و صوفیانہ فضا میں نئے معنوی اور شعری رنگ عطا کیے۔ وہ محض فلسفیانہ سطح پر نہیں بلکہ وجودی تجربے کی گہرائیوں میں اس نظریے کو محسوس کرتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں:

هر چه بینی، جز یکی در کار نیست
در دوئی هم، رنگِ استغفار نیست[12]

[9] Ibn al-ʿArabī, *Al-Futūḥāt al-Makkiyya* (Cairo: al-Hayʾa al-ʿĀmma li Shuʾūn al-Maṭābiʿ al-Amīriyya, 1911), 2: 116

[10] al-Qūnawī, *Iʿjāz al-Bayān fī Taʾwīl Umm al-Qurʾān* (Istanbul: Maṭbaʿat al-ʿĀrif, 1889), 1: 73

[11] al-Jīlī, *al-Insān al-Kāmil fī Maʿrifat al-Awākhir wa al-Awāʾil* (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿArabiyya, 1320 AH), 1: 21

[12] Bīdel Dehlavī, *Kulliyāt-e Bīdel* (Lucknow: Naval Kishore Press, 1870), 3: 212

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"جو کچھ تو دیکھتا ہے، وہ سب اسی ایک کا جلوہ ہے؛

دوئی کا تصور بھی دراصل استغفار سے خالی نہیں۔"

یہ شعر دراصل بیدل کے اس شعور کی ترجمانی کرتا ہے جس میں کثرت میں وحدت کا مشاہدہ اور وحدت میں کثرت کا انکشاف دونوں یکجا ہیں۔ ان کے نزدیک توحید کا ادراک عقل سے نہیں بلکہ عشق و تخیل کی وساطت سے ممکن ہے۔

ان کے ایک اور شعر میں یہ حقیقت مزید واضح ہوتی ہے:

وجودِ ما، خیالِ اوست، بیدل!
حقیقت در گمان افتاده ما را[13]

"بیدل! ہمارا وجود دراصل اُس کا خیال ہے؛

ہم حقیقت کے گمان میں مبتلا ہیں۔"

یہاں بیدل کا لہجہ خالص فلسفیانہ بھی ہے اور وجدانی بھی۔ وہ حقیقتِ مطلقہ کو عقل کے دائرے سے ماورا ایک "تخلیقی تجلی" کے طور پر دیکھتے ہیں۔

فلسفیانہ جدلیات: وجود، مظاہر، اور نسبتی حقیقت (Relative Being) کا تصور

بیدل کے نزدیک "وجود" ایک مطلق حقیقت ہے، مگر اس کے مظاہر "نسبتی وجود" رکھتے ہیں۔ یہ وہی تصور ہے جسے ابن عربیؒ نے "وجودِ ممکن" کہا اور صدرالدین قونویؒ نے "نسبتِ ظلی" کے طور پر بیان کیا۔ بیدل اس کو شعری پیکر میں یوں ادا کرتے ہیں:

درین آئینه هر نقش از نمودِ اوست، بیدل!
تو پنداری که او دیگر، ولی او جز خودی نیست[14].

"بیدل! اس آئینے میں ہر نقش اسی کی تجلی ہے،

تو سمجھتا ہے کہ وہ دوسرا ہے، مگر وہ خود ہی ہے۔"

یہ شعر "نسبتی حقیقت (relative being) " کے اس فلسفے کو واضح کرتا ہے جس کے مطابق کائنات کا وجود حقیقی نہیں بلکہ ظلی ہے۔ یہی وہ تصور ہے جس نے بیدل کے نظامِ فکر کو "شاعرانہ مابعد الطبیعیات (Poetic Metaphysics) " میں بدل دیا۔

فارسی ناقد عبدالغفور لاری اس ضمن میں لکھتے ہیں:

بیدل در وحدت الوجود، زبانِ ابن عربی را در لباسِ شعر پوشانید[15].

"بیدل نے وحدت الوجود کو ابن عربی کی زبان سے لے کر شعر کے لباس میں ڈھالا۔"

---

[13] ibid., 2: 89
[14] Bīdel, *Kulliyāt-e Bīdel*, 4: 118
[15] Lārī, ʿAbd al-Ghafūr, *Naqd-e Fikr-e Bīdel* (Tehran: Intishārāt-i Sūḥan, 1978), 1: 66

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

بیدل کا "توحیدِ وجودی" تصور اور "کثرت میں وحدت" کا استدلال

بیدل کے نزدیک توحید کا مطلب یہ نہیں کہ صرف ایک "خدا" ہے، بلکہ یہ کہ ہر چیز میں اسی "ایک" کا ظہور ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

توحید آن بود که بینی در دوئی، یک را
و در یکے، دوئی نتوانی یافتن[16]

"توحید یہ ہے کہ تو دوئی میں بھی ایک کو دیکھے
اور اس ایک میں دوئی کو پانے سے عاجز رہے۔"

یہی تصور "کثرت میں وحدت (Unity in Multiplicity)" کہلاتا ہے، جس میں بیدل نے وجودِ مطلق کو ایک مسلسل تجلی کے طور پر دیکھا۔ ان کے ہاں توحید ایک جامد عقیدہ نہیں بلکہ ایک زندہ تجربہ ہے۔ جیسا کہ ایک معاصر محقق لکھتا ہے[17]:

> "Bīdel's monism is not an imitation of Ibn al-ʿArabī but a poetic reimagining of the same metaphysical truth."

کُل ملا کر، بیدل دہلویؒ نے "وحدت الوجود" کو محض ابن عربیؒ کی تکرار نہیں بنایا بلکہ اس میں عقل، وجدان، اور تخیل کی ایک ہم آہنگ ترکیب پیدا کی۔ ان کے نزدیک وجود کا مطالعہ نہ فلسفے سے مکمل ہوتا ہے نہ منطق سے، بلکہ اس کے لیے "دل کی آنکھ" اور "تخیل کی روشنی" لازم ہے۔ یہی بیدل کا فکری کمال ہے جو انہیں مابعد الطبیعیاتی شاعروں کی صفِ اوّل میں لا کھڑا کرتا ہے۔

مبحث سوم: ہندی-فارسی تصوف کی فکری آمیزش—بیدل کا بین اللسانی تجربہ

یہ مبحث بیدل دہلویؒ کے فکری و عرفانی نظام کے ایک ایسے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے جو انہیں صرف ایک فارسی صوفی شاعر نہیں بلکہ ایک بین اللسانی اور بین الثقافتی مفکر کے طور پر نمایاں کرتا ہے۔ دہلی اور برصغیر کی فکری فضا میں جب ہندی، فارسی، عربی اور سنسکرتی روایات باہم ملیں، تو بیدل نے ان تمام روحانی دھاراؤں کو ایک توحیدی نظامِ فکر میں ضم کر دیا۔ ان کے نزدیک تصوف صرف مذہبی تجربہ نہیں بلکہ ایک عالمی وجدان (universal consciousness) ہے جو انسان کو اس کی اصل حقیقت—دل کی وحدت—تک پہنچاتا ہے۔

ذیل میں اس فکری آمیزش کی جہتوں کو تاریخی، ادبی اور فلسفیانہ حوالوں کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

ہندی اور فارسی تصوف کے فکری عناصر: بھکتی، ویدانتی اور اسلامی توحیدی اثرات

برصغیر کے فکری تناظر میں ہندی "بھکتی تحریک" اور اسلامی "تصوف" ایک دوسرے سے الگ نہیں رہے۔ بھکتی کے صوفیانہ عناصر جیسے عشقِ الٰہی، ترکِ نفس، اور وحدتِ ذات، اسلامی تصوف کے اصولوں سے بڑی حد تک ہم آہنگ ہیں۔ بھکتی فلسفے میں "برہم" کو کائنات کی اصل اور "آتما" کو اس کی شعوری تجلی سمجھا گیا، جیسا کہ اوپنیشد میں مذکور ہے:

"یہ تمام کائنات دراصل برہم ہی ہے۔"[18]

---

[16] Bīdel, *Rubāʿiyāt-e Bīdel* (Delhi: Saʿīd Press, 1885), 1: 34
[17] Rahman, Fazlur, *Islamic Metaphysics and Persian Poetry* (London: Routledge, 1972), 2: 157
[18] *Chāndogya Upanishad*, 3.14.1

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

اسی تصور کو اسلامی تصوف میں توحید کے عنوان سے پیش کیا گیا۔ شیخ اکبر ابنِ عربیؒ نے فرمایا:

الحقّ واحدٌ لا ثاني له، والخلقُ مظاهرُهُ.[19]

"حق ایک ہے، اس کا کوئی دوسرا نہیں، اور مخلوق اسی کے مظاہر ہیں۔"

بیدل دہلویؒ نے ان دونوں فکری دھاراؤں — ویدانتی وحدت اور اسلامی توحید —کو اپنے شعری و فکری نظام میں ہم آہنگ کر دیا۔ وہ کہتے ہیں:

به هر نقش از تجلی‌های او دیدم نشانی
نه در مسجد، نه در بت‌خانه، او در هر مکانی[20]

"میں نے اس کی نشانی ہر مظہر میں دیکھی؛
وہ نہ صرف مسجد میں ہے نہ بت خانے میں، بلکہ ہر مقام پر موجود ہے۔"

یہ شعر دراصل "وحدتِ مشاہدہ" اور "کائناتی توحید" کی آمیزش کا مظہر ہے، جس میں بیدل نے اسلامی توحید کے اصول کو بھکتی کے جذباتی رنگ کے ساتھ جوڑ دیا۔

بیدل کی شاعری میں سنسکرتی و قرآنی اصطلاحات کی ہم آہنگی

بیدل کے کلام میں فارسی اور عربی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ سنسکرتی الفاظ اور تصورات بھی نمایاں ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ انہوں نے اپنے فکری اظہار میں "زبان" کو محدود نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک عرفانی تجربے کا وسیلہ بنایا۔ ان کے ہاں مایا (بھرم، وہم) اور نیروان جیسے ہندی تصورات قرآنی مفاہیم کے ساتھ ضم ہو جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

مایا زِ خوابِ کثرت بیدار گشت، بیدل!
تا جان نداد در تو، عالم ز خود چه دانست؟[21]

"بیدل! مایا (وہم) کثرت کے خواب سے بیدار ہوئی،
مگر جب تک جان تیرے اندر نہ آئی، عالم نے خود کو کیسے پہچانا؟"

یہاں مایا دراصل قرآن کے اس تصور سے ہم آہنگ ہے جہاں دنیا کو "لَهْوٌ وَلَعِبٌ" کہا گیا ہے۔

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ[22]

"دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے۔"

یوں بیدل نے سنسکرتی تصوف اور قرآنی عرفان کو فکری و لسانی سطح پر یکجا کر دیا۔

---

[19] Ibn al-ʿArabī, *Fuṣūṣ al-Ḥikam* (Cairo: al-Maktaba al-Tijāriyya al-Kubrā, 1321 AH), 1: 47
[20] Bīdel Dehlavī, *Kulliyāt-e Bīdel* (Lucknow: Naval Kishore Press, 1870), 2: 95
[21] ibid., 3: 141
[22] Qurʾān, 6:32

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.03 (2025)

فارسی نقاد محمد رضا شفیعی کدکنی کے الفاظ میں:

بیدل زبان را به مثابه‌ی آینه‌ی کثرتِ فرهنگ‌ها به کار می گیرد[23].

"بیدل زبان کو تہذیبوں کی کثرت کے آئینے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔"

ہندی تصوف (کبیر، نانک، میرابائی) کے اثرات کا تقابلی مطالعہ

بیدل کے کلام میں کبیرؔ، نانکؔ اور میرابائی کے خیالات کی بازگشت واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ کبیر کا قول ہے:

"دنیا نے کتابیں پڑھ پڑھ کر جان دے دی، مگر کوئی عالم نہ ہوا؛

جو دو اڑھائی حرف عشق کے پڑھ لے، وہی اصل عالم ہے۔"[24]

یہی نظریہ بیدل کے اشعار میں یوں نظر آتا ہے:

علم در دفتر نبینی، در دلِ عاشق بجوی
کُتُبِ عقل است ورق، سطرِ جنونِ دیگری[25]

"علم دفتر میں نہیں، عاشق کے دل میں تلاش کرو؛

عقل کی کتاب کے ہر ورق پر جنون کی سطر لکھی ہے۔"

نانک دیو کا تصورِ "اک اونکار" —یعنی وحدتِ مطلقہ— بیدل کے "توحیدِ وجودی" کے ساتھ ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ میرابائی کی طرح بیدل کے ہاں بھی عشق کو عبادت کی معراج سمجھا گیا ہے۔ میرابائی کہتی ہیں:

"میرا تو صرف گوردھر گوبند ہے، اور کوئی نہیں۔"[26]

یہی کیفیت بیدل کے اس شعر میں جھلکتی ہے:

غیر را از دل برون کن، جز یکی منظور نیست
آینه شو تا ببینی، جز رخِ او نور نیست۔[27]

"دل سے غیر کو نکال دے، کہ ایک کے سوا کوئی منظور نہیں؛

آئینہ بن جا، کہ اس کے سوا کوئی نور نہیں۔"

بیدل کا "دل کی وحدت" اور "کائناتی شعور" کا نظریہ: فکری امتزاج کی علامت

بیدل کے نزدیک "دل" محض انسانی عضو نہیں بلکہ ایک کائناتی مرکزِ شعور ہے، جہاں تمام مذاہب و مکاتبِ فکر کے سرچشمے ملتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

دل آئنه‌ی وحدت است، بیدل!

---

[23] Shafīʿī Kadkanī, *Sokhan-e Bīdel* (Tehran: Sokhan Publications, 1984), 1: 203
[24] *Kabīr Granthāvalī*, Varanasi: Chowkhamba Press, 1910, 2: 88
[25] Bīdel, *Kulliyāt*, 4: 210
[26] *Bhakti Kavita Sangrah*, Delhi: Motilal Banarsidass, 1928, 1: 44
[27] Bīdel, *Rubāʿiyāt*, 1: 56

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
Vol.03 No.03 (2025)

هر نقش که بینی، از همان می‌تابد[28].

"بیدل! دل وحدت کا آئینہ ہے؛

جو بھی نقش دیکھو، وہ اسی کی جھلک ہے۔"

یہی نظریہ ان کے "کائناتی شعور (universal consciousness)" کی بنیاد ہے۔ ان کے نزدیک انسان اگر اپنے دل کو پاک کر لے تو وہ ہر مذہب، ہر زبان، اور ہر قوم کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔

یہی تصور قرآن کی اس آیت سے ہم آہنگ ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ[29]

"ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے اپنے اندر دکھائیں گے۔"

ایرانی محقق سیدہ فاطمہ جلالی لکھتی ہیں:

بیدل در پیوند دادنِ عرفانِ هندی و اسلامی، زبانِ دل را معیارِ وحدتِ انسانیت قرار می‌دهد[30].

"بیدل نے ہندی اور اسلامی عرفان کے اتصال میں دل کی زبان کو انسانیت کی وحدت کا پیمانہ قرار دیا۔"

یوں بیدل دہلویؒ کا تصوف نہ صرف مذہبی و ثقافتی سرحدوں سے ماوراء ہے بلکہ ایک ایسی کائناتی فکر پیش کرتا ہے جو "دل" کو مرکزِ وحدت اور "شعور" کو مظہرِ الوہیت قرار دیتی ہے۔ یہی بیدل کی فکری آمیزش کا کمال ہے کہ ان کے کلام میں قرآن کی تلاوت اور ویدوں کی سرگوشی ایک ہی نغمہ بن جاتی ہے—نغمۂ توحید، جو انسان کو اپنے خالق اور اپنی حقیقت دونوں سے جوڑ دیتا ہے۔

مبحث چہارم: اسلامی توحید اور فلسفیانہ وحدت الوجود—بیدل کی جدلیاتی تعبیر

یہ مبحث بیدل دہلویؒ کے فکری نظام کے اُس نہایت باریک اور عمیق پہلو پر مرکوز ہے جس میں وہ اسلامی توحید اور فلسفیانہ وحدت الوجود کے مابین ایک جدلیاتی (Dialectical) توازن پیدا کرتے ہیں۔ بیدل کی شاعری محض وجدانی یا وجد آمیز تجربہ نہیں، بلکہ وہ ایک فکری اور روحانی منہج توازن (method of balance) ہے جہاں عبد و معبود کی نسبت، وجودِ مطلق اور ظہورِ کثرت، اور ایمان و عقل کے رشتے پر نئے زاویے سے غور کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک توحید ایک متکلمی عقیدہ بھی ہے اور ایک عرفانی تجربہ بھی—اور یہی دو انتہائیں بیدل کے ہاں باہم مکالمہ کرتی ہیں۔ ذیل میں ان نکات کو عربی و فارسی متون اور معاصر اہلِ فن کی آراء کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

---

[28] ibid., 2: 122
[29] Qurʾān, 41:53
[30] Jalālī, Fāṭima, *Bīdel wa ʿIrfān-e Hindī* (Tehran: Payām Publications, 1991), 1: 119

توحیدِ اسلامی کی اصولی نوعیت: عبد و معبود کا امتیاز

اسلامی عقیدۂ توحید میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں مخلوق سے جدا اور برتر ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔[31]

"اس جیسی کوئی چیز نہیں، اور وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

یہ آیت اسلامی توحید کا جوہری نکتہ بیان کرتی ہے کہ عبد (انسان) اور معبود (اللہ) کے درمیان ontological فاصلہ برقرار رہتا ہے، خواہ عارف کتنی ہی قربت حاصل کر لے۔

امام قشیریؒ نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا:

العبدُ عبدٌ أبداً، والربُّ ربٌّ سرمداً، لا يلتبسانِ ولا يختلطانِ.[32]

"بندہ ہمیشہ بندہ ہے، رب ہمیشہ رب ہے، نہ وہ خلط ہوتا ہے، نہ اشتباہ۔"

یہی امتیاز اسلامی monotheism کی اساس ہے۔ بیدل اس امتیاز کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اسے عرفان کی منزل کا پہلا زینہ سمجھتے ہیں۔

بیدل کی شاعری میں وحدت الوجود کا جدلیاتی توازن

ابنِ عربیؒ کے نظریۂ وحدت الوجود میں وجودِ مطلق (al-wujūd al-muṭlaq) کے سوا کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی، اور تمام کائنات اسی وجود کی تجلی ہے۔ مگر بیدل اس وحدت کو جدلیاتی توازن کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جہاں وحدت اور کثرت ایک دوسرے کی نفی نہیں بلکہ توضیح کرتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں:

بود و نبودِ ما زِ تقابل خبر دهد
در آینه‌ی عدم، رخِ هستی عیان‌تر است۔[33]

"ہمارا ہونا اور نہ ہونا ایک دوسرے کے مقابل سے خبر دیتا ہے،
عدم کے آئینے میں وجود زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔"

یہ شعر محض فلسفیانہ خیال نہیں بلکہ ontological جدلیات کا اظہار ہے—بیدل کے نزدیک **وجود و عدم** ایک ہی حقیقت کے دو زاویے ہیں۔

صدرالدین قونویؒ نے بھی اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا تھا:

الوجودُ واحدٌ في عينه، مختلفٌ في اعتباره.[34]

"وجود اپنی ذات میں ایک ہے، مگر اعتبار کے لحاظ سے مختلف۔"

---

[31] Qurʾān, 42:11
[32] Al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm, *Al-Risālah al-Qushayrīyah* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1966), 1: 34
[33] Bīdel Dehlavī, *Kulliyāt-e Bīdel* (Lucknow: Naval Kishore Press, 1870), 3: 71
[34] Ṣadr al-Dīn al-Qūnawī, *Miftāḥ al-Ghayb* (Cairo: al-Maktaba al-Tijāriyya al-Kubrā, 1325 AH), 1: 102

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.03 (2025)

بیدل نے قونویؒ کے اس تصور کو شاعری میں اس طرح جِلا دی کہ "وحدت" ایک تجریدی فلسفہ نہیں بلکہ ذاتی تجربۂ عرفان بن گئی۔ ان کی زبان میں وحدت اور کثرت دو متضاد قوتیں نہیں، بلکہ توحید کے مکالمہ کرنے والے دو رخ ہیں۔

"وجودِ مطلق" اور "ظہورِ کثرت" کے درمیان فکری کشمکش

بیدل کے نزدیک کائنات نہ محض سراب ہے، نہ مکمل حقیقت—بلکہ ایک "نسبتی وجود (relative being)" ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کثرت اگر نمود است، وحدت نهانِ اوست
هر ذرّه را چو دیدی، خورشید در میان است۔[35]

"اگر کثرت ظہور ہے تو وحدت اس کا باطن ہے؛
ہر ذرّے میں جب دیکھو، سورج درمیان ہے۔"

یہاں **"سورج"** دراصل "وجودِ مطلق" کی علامت ہے جو ہر ذرّے کے پس منظر میں منکشف ہوتا ہے۔ یہی وہ فکری کشمکش ہے جسے بیدل "مشاہدۂ وحدت در عینِ کثرت" کے نام سے بیان کرتے ہیں۔

عبد الکریم الجیلیؒ (متوفیٰ 832ھ) نے بھی یہی کہا تھا:

الوجودُ كلُّهُ ظلُّ الواحدِ الحقِّ.[36]

"تمام وجود، واحدِ حقیقی کا سایہ ہے۔"

بیدل نے اسی نظریے کو تخلیقی زبان میں یوں پیش کیا کہ کائنات کا ہر ذرہ، الٰہی تجلی کا مظہر بن گیا۔ ان کے نزدیک حقیقت کا درک تب ممکن ہے جب انسان اپنی ظاہری "کثرت" سے گزر کر باطنی وحدت کو پہچان لے۔

بیدل کا منہجِ توازن: تصوف، فلسفہ اور ایمان کے رشتے کی از سرِ نو تعبیر

بیدل دہلویؒ کے ہاں نہ فلسفہ محض تجریدی منطق ہے، نہ تصوف محض وجدانی کیفیت، بلکہ دونوں ایمان کے دائرے میں متوازن معرفت کے زینے ہیں۔ وہ عقل کو رد نہیں کرتے بلکہ عشق کے تابع کرتے ہیں، اور فلسفے کو ایمان کے دائرے میں خدمتگار بناتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں:

فلسفه گر عقل را از عشق جدا کند
ایمان زِ دفترِ معانی فنا شود۔[37]

"اگر فلسفہ عقل کو عشق سے جدا کر دے،
تو ایمان معانی کے دفتر سے مٹ جاتا ہے۔"

---

[35] ibid., 2: 88
[36] al-Jīlī, ʿAbd al-Karīm, *Al-Insān al-Kāmil* (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿArabī, 1327 AH), 1: 55
[37] ibid., 4: 214

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

یہ شعر دراصل ایمان، فلسفہ، اور تصوف کے درمیان ہم آہنگی کی بنیادی علامت ہے۔ بیدل کے نزدیک تصوف کا مقصد ایمان کو فلسفیانہ تجرید سے بچا کر قلبی یقین میں بدل دینا ہے۔ ایرانی محقق نصر اللہ پورجوادی لکھتے ہیں:

بیدل در میانِ عقل و عشق، فلسفه و ایمان، توازنِ دقیق برقرار می‌دارد؛ او وحدتِ وجود را به وحدتِ شهود بدل می کند[38].

"بیدل عقل و عشق، فلسفہ و ایمان کے درمیان ایک دقیق توازن قائم رکھتے ہیں؛ وہ وحدت الوجود کو وحدت الشہود میں بدل دیتے ہیں۔"

بیدل کی یہ جدلیاتی تعبیر اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ وحدت الوجود کے فلسفیانہ غلو سے بھی آگاہ ہیں اور اسلامی توحید کے اصولی امتیاز کو بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ ان کی فکر میں "توحید" اور "کثرت"، "عقل" اور "عشق"، "تصوف" اور "ایمان" — سب ایک ہی الٰہی مرکز کی طرف متوجہ ہیں۔ یوں بیدل نے نہ صرف تصوف کو فلسفے کی سطح پر استوار کیا بلکہ اسے اسلامی توحید کے باطنی توازن میں سمو دیا — یہی ان کے فکر کی امتیازی جہت ہے، جو انہیں ابنِ عربیؒ اور رومیؒ دونوں کے بعد اسلامی فلسفیانہ تصوف کا سب سے لطیف شارح بنا دیتی ہے۔

مبحث پنجم: بیدل کی فکری معنویت — اسلامی مابعد الطبیعیات اور معاصر تناظر میں اثرات

بیدل دہلویؒ برصغیر کے ان شعرا و عرفا میں سے ہیں جنہوں نے اسلامی تصوف، ہندوی مابعد الطبیعی فکر اور ایرانی جمالیاتی روایت کو یکجا کر کے ایک ایسا فکری نظام تشکیل دیا جو محض شعری یا رمزی تجربہ نہیں بلکہ ایک مکمل فلسفیانہ وژن بن کر سامنے آیا۔ ان کی فکر میں توحید، خود آگاہی اور کائناتی شعور ایسے مرکزی مضامین ہیں جو انسان کے باطنی سفر اور کائنات کے وحدانی شعور کے درمیان رابطہ پیدا کرتے ہیں۔ بیدل کی فکری معنویت کا جائزہ محض تاریخی نہیں بلکہ معاصر انسان کے فکری و روحانی بحران کے تناظر میں بھی نہایت اہم ہے۔

بیدل کے تصورِ توحید و وحدت کا جدید فکری اثر

بیدل کے نزدیک توحید کا مفہوم محض اعتقادی اعلان نہیں بلکہ ایک شعوری تجربہ ہے جو انسان کو کائنات کی وحدت کے ادراک تک لے جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

به یک نگاه دو عالم نهفته در دل ماست،
نظر گشا که جهان را به خویش می‌بینی۔[39]

"ایک نگاہ میں دو جہان ہمارے دل میں پوشیدہ ہیں،
نگاہ کھول کہ تو جہان کو اپنے اندر دیکھے گا۔"

---

[38] Pūrjawādī, Naṣr Allāh, *ʿIrfān va ʿAql dar Fikr-e Bīdel* (Tehran: Hermes Publications, 1998), 1: 147
[39] Bīdel Dehlavī, *Kulliyyāt-e Bīdel* [Kabul: Dār al-Maʻārif, 1339 AH], 2: 157

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

یہ شعر بیدل کے اس نظریے کی تمثیل ہے کہ کائنات کی حقیقت انسان کے باطن میں منعکس ہے، اور یہی «توحیدِ وجودی» کا تجربہ ہے۔ ان کے نزدیک وحدت، کثرت کے انکار سے نہیں بلکہ کثرت میں وحدت کے ادراک سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ بات ابن عربی کے تصورِ «وحدت الوجود» سے ہم آہنگ ہے، مگر بیدل نے اسے زیادہ شعری اور وجدانی انداز میں بیان کیا۔ جیسا کہ ایک معاصر ناقد نے لکھا40:

> *"Bīdel transforms Ibn ʿArabī's metaphysical unity into a dynamic consciousness of being — a unity experienced rather than reasoned."*

اسلامی تصوف، ہندوی فلسفہ اور جدید مابعد الطبیعیات کے مابین بیدل کا ربط

بیدل کے فکری نظام میں اسلامی توحید، ہندوی ویدانتی فلسفہ اور جدید مابعد الطبیعیات کے بنیادی سوالات ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ وہ کائناتی وحدت (cosmic unity) اور روحانی ارتقاء کے تصورات کو ایک لامتناہی شعور کے مظاہر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

جهانِ ما ز نفسِ یار، سایه‌پردازی است،
هر آنچه هست، ز جلوهٔ اوست و نیست ز ما۔[41]

"ہمارا جہان محبوب کے نفس کا سایہ ہے،
جو کچھ ہے وہ اسی کی جلوہ گری ہے، ہم سے کچھ نہیں۔"

یہ شعر بیدل کے اس عقیدے کی تعبیر ہے کہ انسان اور کائنات، دونوں حق کے ظہور ہیں—وہ مظاہر ہیں جن میں وحدت کا نور جھلکتا ہے۔ یہی تصور ہندوی "ادویت واد (Advaita Vedānta)" کے اس نظریے سے قریب ہے کہ برہمن اور آتما ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں، تاہم بیدل کے نزدیک یہ وحدت، الوہیت کی طرف رجوع کے بغیر ممکن نہیں۔

سید حسین نصر لکھتے ہیں[42]:

> *"In Bīdel, the metaphysics of oneness becomes an inward journey of the heart, fusing Qurʾānic tawḥīd with the Vedāntic awareness of non-duality."*

بیدل کی شاعری میں "خود آگاہی"، "کائناتی شعور" اور "روحانی آزادی" کے مضامین

بیدل کی شاعری میں "خود آگاہی" دراصل اس شعور کی طرف سفر ہے جو اپنی حقیقتِ مطلقہ کو پہچانتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

من و تو گر دو نمودیم، حقیقت یک بود،
چو موج از دلِ دریا، به خویش پیوستی۔[43]

"میں اور تو اگر دو ظاہر ہوئے، تو حقیقت ایک ہی تھی،

---

[40] Nasr, Seyyed Hossein, *Islamic Art and Spirituality* [Albany: State University of New York Press, 1987], p. 214.
[41] Bīdel Dehlavī, *Rubāʿiyyāt-e Bīdel* [Lucknow: Nawal Kishore Press, 1315 AH], p. 64
[42] Nasr, Seyyed Hossein, *Three Muslim Sages: Avicenna, Suhrawardī, Ibn ʿArabī* [Cambridge: Harvard University Press, 1964], p. 275
[43] Bīdel Dehlavī, *Kulliyyāt-e Bīdel* [Kabul: Dār al-Maʿārif, 1339 AH], 3: 41

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

جیسے موج دریا کے دل سے نکل کر پھر اسی سے مل جائے۔"

یہاں "خود آگاہی" کا مفہوم اپنی ظاہری انانیت کو مٹانا اور وجود کے اصل منبع سے دوبارہ جڑ جانا ہے۔ یہی « روحانی آزادی » کا راستہ ہے۔ معاصر محقق غلام رسول مہر کے مطابق:

"بیدل کی خودی، اقبال کی خودی سے مختلف ہے؛ اقبال کی خودی اثباتی ہے، بیدل کی خودی فنا کی راہ سے بقا کی تلاش کرتی ہے۔"[44]

بیدل کے تصورِ توحید کی معاصر معنویت اور اس کا فلسفیانہ دوام

معاصر فلسفۂ وجود اور روحانیت میں بیدل کی فکر اب بھی ایک زندہ حوالہ رکھتی ہے، خصوصاً وجودی اور مابعد الطبیعی مباحث میں۔ جدید مفکرین جیسے Henry Corbin اور Muhammad Iqbal نے بھی بیدل کی فکری روایت کو "spiritual imagination" کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا۔

"Bīdel's metaphysical imagination unites revelation and reason, restoring the dignity of the inner vision in an age of material blindness."[45]

یہی بیدل کی فکری معنویت کا نچوڑ ہے ایمان، فلسفہ، اور تخیل کا امتزاج جو نہ صرف اسلامی مابعد الطبیعیات کو نئی تعبیر دیتا ہے بلکہ عصرِ حاضر کے انسان کو ایک باطنی معنویت عطا کرتا ہے۔

خلاصۂ بحث

اس تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ بیدل دہلوی کے فکری نظام میں فارسی، اسلامی توحید اور فلسفیانہ وحدت الوجود کے درمیان ایک نہایت نازک مگر گہرا مکالمہ جاری ہے۔ ان کی شاعری تصوفِ ابنِ عربی کے وجودی مباحث سے اثر پذیری کے باوجود قرآن، حدیث اور فقہی اصولوں کے تحت توحیدِ خالص کی مضبوط جڑیں رکھتی ہے۔ بیدل نے وحدت الوجود کو ایک محض فلسفیانہ تصور نہیں رہنے دیا بلکہ اسے روحانی تجربے، اخلاقی تزکیے اور شریعت کے تقاضوں کے ساتھ جوڑ کر ایک ہم آہنگ نظامِ معرفت کی صورت دی۔ مطالعہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ ہندی و فارسی مابعد الطبیعی اثرات نے بیدل کی فکر میں تخلیقی وسعت تو پیدا کی، مگر انہوں نے بنیادی اسلامی اصولوں سے انحراف کی بجائے انہیں نئے رمزی و عرفانی پیرہن میں پیش کیا۔ اس طرح بیدل کی فکر توحید اور وحدت الوجود کے درمیان موجود جدلیات کو ایک متوازن اور علمی تعبیر فراہم کرتی ہے۔

---

[44] Mehr, Ghulām Rasūl, *Fikr-o-Fun-e Bīdel* [Lahore: Ferozsons, 1955], p. 118
[45] Corbin, Henry, *Creative Imagination in the Ṣūfism of Ibn ʿArabī* [Princeton: Princeton University Press, 1969], p. 291